ایسے "کچھ اہل الرائے حضرات" کو ذہنی انتشار پیدا کرنے کا الزام دیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ "قوت کا سرچشمہ اللہ ہے، عوام نہیں (ص ۵۱۱، اول)۔ مصنف نے غور نہیں کیا کہ "عوام" اور "جمہور" کی اس غیر معتدل حمایت میں وہ بعض آیات قرآنی کی نفی کر رہے ہیں، مثلاً: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف ۱۲: ۴۰) اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (البقرہ ۲: ۱۶۵) اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (آل عمران ۳: ۱۵۴)۔ جب حاکمیت اللہ کی ہے تو پھر یہ کہنا بڑی نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ: "قوت کا سرچشمہ عوام ہیں"۔

اسی طرح وہ اس بات پر مصر ہیں کہ آنحضورؐ کو موزوں طبع تسلیم کیا جائے۔ جن احادیث سے آپ کی موزوں طبعی کی نفی ہوتی ہے، مصنف نے کسی دلیل کے بغیر، یکسر "ایسی سب روایتیں غلط" قرار دی ہیں۔ ان کے خیال میں ان روایات کے سلسلے میں اسماء الرجال کے ماہر بھی غلطی کر گئے ہیں (ص ۲۵۳، چہارم)۔ جن مفسروں نے بعض معتبر روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ شعر پڑھتے ہوئے، آپ سے لفظوں کا الٹ پھیر ہو جاتا" حمید نسیم کا ایسے موقر مفسرین کو "فطری بے ذوق، طبع ناموزوں رکھنے والے اور ذوق جمال سے محروم" قرار دینا" بالکل "جوابی کارروائی" محسوس ہوتی ہے۔ قرآن حکیم کی اس واضح آیت: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (یٰسین ۳۶: ۶۹) اور بہت سی احادیث کی موجودگی میں محض ایک قیاس آرائی پر اصرار کرنا کوئی علمی رویہ نہیں۔ ان کی یہ دلیل کہ "رسولؐ ہر ایسی غلطی سے محفوظ تھا" جس پر اس کے مخاطب اعتراض کر سکیں اور جسے شخصیت کی خامی پر محمول کریں" اس لیے بے وزن ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکنت زبان، ان کی "شخصیت کی خامی" نہ تھی، اور نہ یہ کار نبوت میں سد راہ بن سکی (حالانکہ زبان کی لکنت تو ابلاغ میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے) تو آنحضرتؐ کا شعر کو موزوں نہ پڑھ سکنا" ان کی شخصیت کی خامی کیسے بن گیا؟

ایک اور جگہ مصنف کا یہ بیان بھی بے اعتدالی کا مظہر ہے: "لینن تاریخ انسانی کے عظیم ترین مفکر قائدوں میں سے ایک تھا۔ اس حقیقت کو نہ ماننا، اپنے جہل کا ثبوت دینا ہے کہ اس کی عظمت برحق، خلوص بھی برحق" (ص ۵۳۲، دوم)۔

عام طور پر طبقہ علما کو ان کی "تنگ نظری" اور "تعصب" پر مطعون کیا جاتا ہے۔۔۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حمید نسیم کا" طبقہ علما سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ (رفیع الدین ہاشمی)

اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل، صاحبزادہ ساجد الرحمن۔ ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ صفحات: ۲۴۴۔ قیمت: ۷۵ روپے۔

حضورؐ کی بعثت تاریخ عالم کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس کی بدولت دنیا ایک عظیم الشان انقلاب سے دوچار

ہوئی جس کے اسباب و محرکات اور اثرات و نتائج کا جائزہ لینے کی مساعی صدیوں سے جاری ہیں۔ قرآن و سنت میں قبل اسلام کے دور کو جاہلیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جاہلیت کا اصل مفہوم کیا ہے؟ عربوں کی زندگی کے کون سے امور اس کے دائرے میں آتے ہیں؟ اسلام نے عربوں کے کن امور کو باقی رکھا اور کس حد تک؟ نیز کن امور کو مٹانے یا درست کرنے کی کوشش کی؟ ان سوالوں کے جواب سے بحیثیت مسلمان ہمیں قانون سازی کے عمل میں رہنمائی ملتی ہے جو ہر مہذب اور منظم معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔ مخصوص زمان و مکان میں حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے اس ضرورت کی تکمیل کے لیے جو اقدامات کیے وہ ہر دور اور ہر علاقے کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ قانون ساز اداروں اور اشخاص نیز محققین کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں قانون سازی کے بنیادی لوازم خصوصاً اس حقیقت سے روشناس کرایا جائے کہ اسلامی معاشرے میں جب بھی قانونی امور پر غور و خوض ہو گا تو متعلقہ اداروں اور افراد کو اس زمانی اور مکانی ماحول کے ٹھوس حقائق کو مدنظر رکھنا ہو گا جن سے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ دوچار ہوئے اور انھوں نے ایک خاص طرز عمل اختیار کیا۔ اس طرح سات ابواب پر مشتمل زیر نظر کتاب اسلامی معاشرے کی تشکیل کے اصل الاصول اور اس کے حرکی رجحان کی نشان دہی کی ایک مفید کوشش قرار دی جا سکتی ہے۔ اس کے ذریعے اسلامی تہذیب کے امتزاجی میلان اور اسلامی اصولوں کی آفاقیت و ابدیت بھی اجاگر ہوتی ہے۔

فاضل مصنف نے بتایا ہے کہ جاہلیت کی اصطلاح "ضد العلم" نہیں "ضد الحلم" ہے یعنی جاہلیت سے مراد یہ نہیں کہ قبل از اسلام اہل عرب علوم و فنون اور تہذیب و تمدن سے بے بہرہ تھے بلکہ یہ لفظ عربوں کے تہور اور اکھڑپن پر دلالت کرتا تھا۔ عربوں کے مزاج اور کردار کی اصلاح کی گئی تو دنیا کو بہادر' اولوا العزم اور انقلابی قسم کے مردان کار میسر آئے۔ عرب جاہلیت کے رسوم و رواج کے سلسلے میں صدر اسلام میں یہ روش اختیار کی گئی کہ نکاح و طلاق' بیع و شرا وغیرہ میں جو مروجہ طریقہ یا قانون مناسب اور مفید ہے' اپنا لیا جائے۔ جو نامناسب ہے' رد کر دیا جائے اور اگر ہو سکے تو ضروری اصلاح و ترمیم کے ساتھ اسے باقی رکھا جائے۔ خلفاے راشدین کے تقرر کے ضمن میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کے طریق انتخاب میں اختلاف کے باوجود ان کا تقرر اسلامی جمہوری روح کے عین مطابق تھا اور تفصیلات کا تعین ہر دور کے مخصوص تقاضوں اور صدر اسلام کے نظائر کی روشنی میں امت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مشاورت اور قیام عدل اسلامی حکومت کا طرۂ امتیاز ہے اور صدر اسلام میں اس کا بطور خاص اہتمام کیا گیا اور اس سلسلے میں عمدہ اصول و قواعد مرتب کیے گئے تاہم عدلیہ کی ہیئت ترکیبی' منصفین کے تقرر کی شرائط اور دیگر ضوابط کی تشکیل وغیرہ امور کو ہر دور کے ارباب حل و عقد کی ذمہ داریوں میں شامل کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ میں